باب ۱۲

مکی دور کے آخری تین سال

(۲)

مُصعَبؓ بن عُمَیر کا مدینہ بھیجا جانا ابن جریر اور ابن ہشام نے محمد بن اسحاق سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب یہ لوگ مدینے واپس جانے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے ساتھ مُصعَبؓ بن عُمَیر کو بھیجا تاکہ ان کو قرآن کی تعلیم دیں، اسلام سکھائیں، اور اُن کے اندر دین کی سمجھ پیدا کریں۔ چنانچہ مدینے جاکر حضرت مصعبؓ اسعدؓ بن زُرارہ کے ہاں ٹھیر گئے۔

اس کے برعکس موسیٰ بن عُقبہ کی روایت یہ ہے کہ ان لوگوں نے مدینے جانے کے بعد مُعاذؓ بن عفرا اور رافع بن مالک کو اِس غرض کے لیے حضورؐ کے پاس بھیجا تھا کہ آپ کسی ایسے شخص کو بھیج دیں جو ہمیں دین سکھائے، اور اِس درخواست پر آپؐ نے حضرت مصعبؓ کو روانہ کیا تھا۔ اس سے ذرا مختلف بَیہقی کی ابن اسحٰق سے یہ روایت ہے کہ ان لوگوں نے حضورؐ کو لکھا کہ ہمیں دین کی تعلیم دینے کے لیے کسی کو بھیج دیجیے، اِس پر مصعبؓ بن عمیر بھیجے گئے۔ واقدی سے ابن سعد کی روایت بھی یہی ہے۔

اِس دوسری بیعت عَقَبہ کے بعد واپس جاکر انصار کے لوگوں نے حضرت مصعبؓ بن عُمَیر کی قیادت میں بڑی تیزی کے ساتھ اسلام پھیلانا شروع کیا۔ ابن سعد نے واقدی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ بنی عبدُالاَشہَل میں سے عَبّادؓ بن بِشر بن وَقْش اور ان کے حلفاء میں سے محمد بن مَسلَمہؓ نے حضرت مصعبؓ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ اس کے بعد بنی عبدُالاَشہَل کے سردار سعد بن مُعاذ اور اُسید بن حُضَیر ایک ہی دن اُن کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور ان کے اسلام قبول کرتے ہی ان کا پورا قبیلہ مسلمان ہوگیا، حتیٰ کہ بنی عبدُالاَشہَل کے محلے میں ایک بھی غیر مسلم نہ رہا۔ ابن اسحاق سے ابن ہشام اور طبری نے

حضرت سعدؓ اور حضرت اُسیدؓ کے مسلمان ہونے کا بہت دلچسپ قصہ نقل کیا ہے:

ایک روز حضرت اسعدؓ بن زُرارہ حضرت مصعبؓ کو ساتھ لے کر بنی ظَفر (قبیلۂ اوس کی ایک شاخ) کے باغوں میں سے ایک باغ میں گئے، اور وہاں وہ متعدد اصحاب جمع ہو گئے جو مسلمان ہو چکے تھے۔ اِس کی اطلاع جب سَعد بن مُعاذ اور اُسید بن حُضیر کو پہنچی تو سعد نے اُسید سے کہا کہ "ذرا اِن دونوں آدمیوں (یعنی اسعدؓ اور مُصعبؓ) کے پاس جاؤ جو ہماری بستیوں میں آکر ہمارے کمزور لوگوں کو بیوقوف بنا رہے ہیں اور ان کو ڈانٹ کر ہمارے علاقے میں آنے سے منع کر دو۔ اگر اسعدؓ بن زُرارہ کا معاملہ نہ ہوتا تو میں خود جاتا، مگر تم جانتے ہو کہ وہ میرا خالہ زاد بھائی ہے اور میں اس کا سامنا کرنے سے بچنا چاہتا ہوں"۔ اس پر اُسید اپنا حربہ لیے ہوئے وہاں پہنچے۔ اسعدؓ نے ان کو آتے دیکھ کر مُصعبؓ سے کہا "یہ اپنی قوم کا سردار آ رہا ہے۔ اِس کے سامنے ٹھیک ٹھیک اللہ کی بات پہنچانے کا حق ادا کر دو"۔ حضرت مُصعبؓ نے کہا اگر یہ بیٹھ گئے تو میں بات کروں گا۔ اُسید اُن کے سامنے آکر بڑے درشت انداز میں کھڑے ہو گئے اور بولے "کیا چیز تم دونوں کو یہاں لائی؟ تم ہمارے کمزور لوگوں کو بیوقوف بناتے ہو۔ اگر اپنی جان کی خیر چاہتے ہو تو اِدھر کا رُخ نہ کرنا"۔ مصعبؓ نے کہا "کیا آپ بیٹھ کر ہماری بات نہ سُنیں گے؟ اگر پسند آئے تو قبول کر لیجیے۔ نہ پسند آئے تو جو کام آپ کو ناپسند ہو گا وہ نہ کیا جائے گا"۔ اُسید نے کہا یہ تم نے انصاف کی بات کی، اور اپنا حربہ زمین میں گاڑ کر اُن کے پاس آ بیٹھے۔ حضرت مصعبؓ نے ان کو اسلام کی تعلیمات بتائیں اور قرآن پڑھ کر سنایا۔ حضرت اسعدؓ اور حضرت مصعبؓ، دونوں کا بیان ہے کہ خدا کی قسم، اُسید کے چہرے کی بشاشت اور اُن کے اندازِ کلام کی نرمی دیکھ کر ہم سمجھ گئے کہ اسلام اِن کے اندر اُتر گیا ہے۔ پوری بات سُننے کے بعد اُنھوں نے کہا "کیسا عمدہ اور حسین کلام ہے یہ۔ تم لوگ جب اس دین میں داخل ہوتے ہو تو کیا کرتے ہو؟" دونوں صاحبوں نے کہا "غسل کر کے اپنے جسم کو پاک کر لیجیے، اور اپنے کپڑے بھی پاک کیجیے، پھر حق کی شہادت دیجیے، اور اس کے بعد نماز پڑھیے"۔ وہ اسی وقت اُٹھے، پاک صاف ہو کر آئے، کلمۂ شہادت ادا کیا اور دو رکعت نماز پڑھ لی۔ پھر کہنے لگے کہ "میرے پیچھے ایک آدمی ہے جو اگر تمھاری پیروی اختیار کر لے تو اُس کی قوم میں سے ایک آدمی بھی اس کے خلاف نہ چلے گا۔ میں جا کر اُسے تمھارے پاس بھیجتا ہوں"۔ یہ کہہ کر اُسید رضی اللہ عنہ اپنا حربہ لے کر سعد بن مُعاذ

کی طرف چلے جن کے پاس اُن کی قوم (یعنی قبیلے) کے لوگ مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ سعد نے ان کو آتے دیکھ کر کہا" میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ یہ وہ چہرہ نہیں ہے جیسے لیے ہوئے اُسیدؓ گئے تھے۔"

حضرت اُسیدؓ جب آکر مجلس کے سامنے کھڑے ہوئے تو سعد نے پوچھا کیا کر آئے؟ انہوں نے کہا" میں نے دونوں آدمیوں سے بات کی، مجھے تو اُن میں کوئی خرابی نظر نہ آئی۔ میں نے ان کو منع کیا تو انہوں نے جواب دیا جو کچھ آپ چاہتے ہیں ہم وہی کریں گے۔" پھر حضرت اُسیدؓ نے کہا" میں نے سُنا ہے کہ بنی حارثہ اسعدؓ بن زُرارہ کو قتل کرنے کے لیے نکلے ہیں، اس لیے کہ وہ جانتے ہیں کہ اسعد تمہارا خالہ زاد بھائی ہے اور وہ تمہاری تذلیل کرنا چاہتے ہیں"۔ یہ سُنتے ہی سعد غصّے میں فوراً اُٹھے اور اپنا حربہ لے کر تیزی سے چلے تاکہ بنی حارثہ کا ہاتھ پڑنے سے پہلے اپنے بھائی تک پہنچ جائیں۔ چلتے ہوئے انہوں نے اُسیدؓ سے کہا" واللہ، میں سمجھتا ہوں کہ تمہارے بھیجنے کا کوئی فائدہ نہ ہوا"۔ حضرت اسعدؓ نے دُور سے اُن کو آتے دیکھ کر حضرت مصعبؓ سے کہا یہ ایسا سردار ہے جس کے پیچھے اس کی ساری قوم ہے۔ یہ مسلمان ہوگیا تو کوئی دو آدمی بھی ایسے نہ رہیں گے جو اس کی قوم میں سے اسلام قبول نہ کرلیں۔ وہاں پہنچ کر جب سعد نے دیکھا کہ اسعدؓ اور مصعبؓ، دونوں اطمینان سے بیٹھے ہیں تو سمجھ گئے کہ اُسیدؓ کا مقصد دراصل مجھے اِن کی بات سُنوانا تھا۔ وہ غضبناک انداز میں آکر کھڑے ہوئے اور اسعدؓ بن زُرارہ سے کہا" ابو اُمامہ، بخدا اگر میرے اور تمہارے درمیان قرابت نہ ہوتی تو یہ شخص (یعنی حضرت مُصعبؓ) مجھ سے نہ بچ سکتا تھا۔ کیا تو ہمارے گھر میں ہم پر اُس چیز کو مسلط کرنا چاہتا ہے جو ہمیں پسند نہیں ہے؟" حضرت مصعبؓ نے کہا" کیا آپ بیٹھ کر ہماری بات نہ سُنیں گے؟ پسند آئے تو قبول کرلیجیے۔ پسند نہ آئے تو ہم آپ سے اُس چیز کو دُور رکھیں گے جو آپ کو پسند نہیں ہے"۔ سعد نے کہا یہ تم نے انصاف کی بات کہی۔ پھر اپنا حربہ انہوں نے زمین میں گاڑ دیا اور بیٹھ گئے۔ حضرت مصعبؓ نے اُن کے سامنے اسلام پیش کیا اور قرآن پڑھ کر سُنایا۔ حضرت اسعدؓ اور حضرت مصعبؓ کا بیان ہے کہ ان کے بولنے سے پہلے ہی ہم ان کے چہرے کی بشاشت اور نرمی دیکھ کر سمجھ گئے کہ اسلام ان پر اثر کرگیا ہے۔ سعد نے ساری بات سننے کے بعد کہا، اِس دین میں داخل ہونے کے لیے تم لوگ کیا کرتے ہو؟ انہوں نے وہی بات ان سے بھی کہی جو حضرت اُسیدؓ سے کہی تھی، اور وہ پاک صاف ہوکر آئے، کلمۂ شہادت ادا کیا، دو رکعتیں

پڑھیں، اور اپنا حربہ لیے ہوئے اپنے قبیلے کی مجلس کی طرف پلٹ گئے۔

حضرت سعدؓ جب لوگوں کے سامنے پہنچے تو انہیں آتے دیکھ کر ہی لوگ بول اٹھے کہ یہ وہ چہرہ نہیں ہے جسے لیے ہوئے سعدؓ گئے تھے۔ انہوں نے آتے ہی کہا "اے بنی عبدُ الاَشہَل، تم اپنے درمیان میرے بارے میں کیا جانتے ہو"؟ سب نے کہا "ہمارے سردار، ہم میں سب سے زیادہ صلۂ رحمی کرنے والے، ہم میں سب سے بڑھ کر صائب الرائے، اور ہم میں سب سے زیادہ عمدہ عقل اور تجربہ رکھنے والے"۔ حضرت سعدؓ یہ جواب سُن کر بولے "تمہارے مردوں اور تمہاری عورتوں سے بات کرنا مجھ پہ حرام ہے جب تک تم اللہ اور اس کے رسول پہ ایمان نہ لے آؤ"۔ اس کے بعد شام ہونے سے پہلے بنی عبدالاشہل کے سب مرد و عورت مسلمان ہو گئے۔ صرف ایک صاحب الاُصَیرِم عَمرو بن ثابت رہ گئے تھے، تو وہ عین غزوۂ اُحُد کے موقع پہ ایمان لائے، اور ایک سجدے کی نوبت آنے سے پہلے ہی شہید ہو گئے۔ حضورؐ نے فرمایا وہ جنتی ہیں۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ بنی عبدالاشہل میں ایک شخص بھی منافق نہ تھا۔ واقدی کے حوالہ سے ابن سعد نے لکھا ہے کہ مسلمان ہونے کے بعد حضرت سعدؓ بن مُعاذ اور اُسید بن حُضَیر بنی عبدالاشہل کے بُت توڑتے پھرتے تھے۔

ابن اسحاق کی روایت ہے کہ حضرت مُصعبؓ مدینے میں پیہم تبلیغ کرتے رہے، یہاں تک کہ انصار کے محلوں میں سے کوئی محلہ ایسا نہ رہا جس میں مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں موجود نہ ہوں۔ صرف تین چار گھرانے ایسے رہ گئے جنہوں نے غزوۂ خندق تک اسلام قبول نہ کیا۔

مدینے میں جمعہ کا قیام

حضرت کعبؓ بن مالک اور ابن سِیرِین کی روایت ہے کہ نمازِ جُمعہ کا حکم آنے سے پہلے ہی مدینے کے انصار نے آپس میں یہ طے کر لیا تھا کہ ہفتے میں ایک دن اجتماعی نماز پڑھیں گے اور اِس غرض کے لیے اُنہوں نے یہودیوں کے سَبْت اور عیسائیوں کے اتوار کو چھوڑ کر جمعہ کا دن اختیار کیا تھا (جسے جاہلیت کے زمانے میں یوم عَروبہ کہا جاتا تھا)۔ سب سے پہلا جمعہ حضرت اسعدؓ بن زُرارہ نے بنی بَیاضَہ کے علاقہ میں پڑھایا جس میں ۴۰ آدمی شریک تھے (مُسند احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ، ابن حِبّان، عبد بن حُمید، عبدالرزاق، بیہقی، ابن ہشام)۔

دارقُطنی نے حضرت عبداللہؓ بن عباس کی روایت نقل کی ہے کہ مکہ معظمہ میں جب نمازِ جمعہ کا

حکم آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مُصعبؓ بن عُمیر کو مدینے تحریری حکم بھیجا کہ زوال کے بعد لوگوں کو دو رکعت نماز پڑھاؤ۔ مدینے میں اقامتِ جمعہ کا حکم بھیجنے کی وجہ یہ تھی کہ اُس وقت مکّہ معظمہ میں جمعہ کی نماز پڑھنا ممکن نہ تھا۔

آخری بیعتِ عَقَبہ ذی الحجہ ۱۳ھ بعدِ بعثت (جون یا آغازِ جولائی ۶۲۲ء) کا زمانہ حج آنے تک مدینے میں اسلام خوب پھیل چکا تھا۔ امام احمد اور طبرانی نے حضرت جابرؓ بن عبداللہ انصاری کا بیان نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۰ سال تک عُکاظ اور مَجَنّہ کے میلوں میں اور حج کے موقع پر، قبائل کی قیام گاہوں کے چکر کاٹتے رہے اور فرماتے رہے کہ کون مجھے اپنے ہاں پناہ دیتا ہے، اور کون میری مدد کرتا ہے تاکہ میں اپنے رب کا پیغام پہنچاؤں اور اسے اس کے بدلے میں جنت ملے؟ مگر کوئی آپ کی حمایت کرنے کے لیے تیار نہ ہوا۔ بلکہ اگر یمن یا مُضَر کا کوئی آدمی مکّے جانے کے لیے نکلتا تو اُس کی قوم کے لوگ اور اُس کے رشتہ دار اس سے کہتے کہ ذرا قریش کے اُس جوان سے بچے رہنا، کہیں وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈال دے۔ حضورؐ لوگوں کی قیام گاہوں کے پاس سے گزرتے تو آپ کے اوپر انگلیاں اُٹھائی جاتیں۔ آخر کار اللہ نے ہمیں یَثرب سے آپؐ کے پاس بھیج دیا اور ہم نے آپ کی تصدیق کی اور حال یہ ہو گیا کہ ایک آدمی گھر سے نکلتا، ایمان لاتا، قرآن پڑھتا اور پلٹ کر جب اپنے گھر جاتا تو اُس کے گھر والے بھی مسلمان ہو جاتے۔ اس طرح انصار کے محلّوںؒ میں سے کوئی ایسا نہ رہا جس میں مسلمانوں کا ایک گروہ نہ پایا جاتا ہو، اور وہ علی الاعلان اپنے اسلام کا اظہار نہ کرتا ہو۔ ایک روز ہم سب جمع ہوئے اور آپس میں بات کی کہ آخر ہم کب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں چھوڑے رکھیں گے کہ آپؐ مکّے کے پہاڑوں میں جگہ جگہ پھر رہے ہیں، ہر جگہ سے آپؐ کو ردّ کیا جارہا ہے اور کہیں

ؒ اصل میں لفظ دُوْر استعمال ہوا ہے جو دار کی جمع ہے۔ اہل مدینہ کی بستی اِس طرز پر تھی کہ ہر قبیلے کا الگ دار تھا جس میں اُس کے مکانات، کھیت، نخلستان، سب یکجا ہوتے تھے۔ اِس طرح کے ۹ دار اُس زمانے میں مدینے کے اندر پائے جاتے تھے، اور ہر ایک دار اپنی جگہ مستقل بھی تھا اور دوسرے قبیلوں کے داروں سے متّصل بھی۔ اِسی بنا پر ہم نے دار کے لیے لفظ محلّہ استعمال کیا ہے۔

آپ کو امن میسّر نہیں ؟ اس کے بعد ہم ۰۷ آدمی حج کے موقع پر گئے اور حضورؐ سے عقبہ میں ملاقات کا وقت طے ہوا۔ (اس حدیث کا بقیہ حصّہ ہم آگے چل کر درج کریں گے)۔

امام احمد، طبرانی، ابن جریر طبری اور ابن ہشام نے محمد بن اسحاق کے حوالہ سے حضرت کعبؓ بن مالک کی روایت نقل کی ہے کہ ہم اپنی قوم کے مشرکین[1] کے ساتھ حج کے لیے نکلے۔ ہمارے ساتھ ہمارے سردار اور بزرگ براء بن معرور بھی تھے۔ راستے میں اُنہوں نے کہا میری ایک رائے ہے، معلوم نہیں تم لوگ اس سے اتفاق کرتے ہو یا اختلاف۔ ہم نے پوچھا وہ کیا ہے؟ کہنے لگے میری رائے یہ ہے کہ میں کعبہ کی طرف پیٹھ کر کے نماز نہ پڑھوں بلکہ اُس کی طرف منہ کر کے پڑھوں۔ ہم نے کہا کہ ہمیں تو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ شام (یعنی بیت المقدس) کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ ہم آپؐ کے طریقے کے خلاف عمل نہ کریں گے۔ مگر وہ کعبہ ہی کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے رہے اور ہم انہیں اس پر ملامت کرتے رہے۔ مکے پہنچے تو انہوں نے مجھ سے کہا بھتیجے! چلو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کریں اور ان سے اپنے اِس فعل کے متعلق پوچھیں جو میں کرتا رہا ہوں، کیونکہ تم لوگوں کے اختلاف کی وجہ سے میرے دل میں کھٹک پیدا ہو گئی ہے۔ ہم نے حضورؐ کو کبھی دیکھا نہ تھا، آپ کو پہچانتے نہ تھے، اس لیے اہلِ مکّہ میں سے ایک شخص سے ہم نے آپؐ کا پتہ پوچھا۔ اُس نے کہا ان کے چچا عباس کو جانتے ہو؟ ہم نے کہا ہاں، کیونکہ وہ تجارت کے سلسلے میں ہمارے ہاں آتے رہتے تھے۔ وہ بولا حرم میں جاؤ، وہ عباس کے ساتھ بیٹھے نظر آئیں گے۔ ہم جب وہاں پہنچے تو ہم نے آپؐ کو سلام کیا۔ آپؐ نے عباس سے پوچھا، آپ اِن دونوں کو جانتے ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں، یہ براء بن معرور ہیں اور یہ کعبؓ بن مالک۔ میں حضورؐ کا یہ قول کبھی نہیں بھولتا کہ میرا نام سن کر آپؐ نے فرمایا "شاعر؟" عباس نے کہا ہاں۔ پھر براء نے اپنا مسئلہ پوچھا اور حضورؐ کی ہدایت کے مطابق انہوں نے اُسی قبلہ کی طرف نماز پڑھنی شروع کر دی جس کی طرف حضورؐ پڑھتے تھے۔ اس کے بعد حضورؐ نے ہمیں ہدایت فرمائی کہ ہم ایامِ تشریق[2] کے بیچ والے روز عقبہ میں

[1] حاکم اور ابن سعد کی روایت ہے کہ اُس سال اَوس و خزرج کے ۵۰۰ آدمی حج کے لیے نکلے تھے۔

[2] ایامِ تشریق سے مراد وہ دن ہیں جن میں حج کے بعد لوگ مِنیٰ میں ٹھیرتے ہیں۔

آپؐ سے رات کے وقت ملیں۔ جب وہ رات آئی تو ہم اپنی قوم کے ساتھ اپنے پڑاؤ پر سوئے اور ایک تہائی رات گذرنے کے بعد خفیہ طور پر آپؐ سے ملنے کے لیے چلے، کیونکہ ہم اپنی قوم کے مشرکین سے یہ معاملہ چھپانا چاہتے تھے۔ لیکن ہمارے ساتھ ہمارے سرداروں اور اشراف میں سے ابوجابر عبداللہ بن عَمرو بن حَرام تھے جو ابھی تک اپنے دین پر قائم تھے۔ ان کو ہم نے ساتھ لے لیا اور ان سے کہا کہ آپ ہمارے اشراف اور سرداروں میں سے ہیں، ہم نہیں چاہتے کہ آپ جہنم کا ایندھن بنیں۔ پھر ہم نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا اور ان کو بتایا کہ اس وقت ہمیں عَقبَہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنا ہے۔ انہوں نے اسی وقت اسلام قبول کر لیا اور ہمارے ساتھ بیعتِ عقبہ میں شریک ہوئے۔ اس وقت ہم ۷۳ مرد تھے اور ہمارے ساتھ دو عورتیں تھیں۔ ایک بنی نَجّار میں سے نُسَیبَہ یا نُسَیبَہ بنت کعب[1] اُمِّ عُمَارَہ، دوسری بنی سَلِمَہ میں سے اَسماء بنت عَمرو اُمِّ مَنِیع۔

[اس بیعت کے شرکاء کی تعداد حضرت جابرؓ نے ۷۰ بتائی ہے اور عورتوں کا ذکر نہیں کیا ہے۔ یہی قول امام احمد اور بیہقی نے عامر شَعبیؒ سے نقل کیا ہے۔ لیکن حضرت کعبؓ بن مالک نے ۷۳ مردوں اور دو عورتوں کا ذکر کیا ہے، اور ان کے ناموں کی بھی صراحت کی ہے۔ ابن اسحاق نے مزید تفصیل یہ دی ہے کہ ۷۳ مرد تھے جن میں ۱۱ اوس میں سے تھے اور ۶۲ خزرج میں سے۔ اور دو عورتیں تھیں۔ ایک نُسَیبَہؓ بنت کعب جو اپنے شوہر زیدؓ بن عاصم، اور اپنے دو لڑکوں حبیبؓ اور عبداللہ

---

[1] یہ خاتون مُسیلمہ کذاب کے خلاف جنگ میں اپنے بیٹے حضرت عبداللہؓ کے ساتھ تھیں۔ لڑائی میں بذاتِ خود حصہ لیا۔ ۱۲ زخم کھائے اور ایک ہاتھ کٹ گیا۔ اس سے پہلے ان کے صاحبزادے حبیبؓ کو مسیلمہ ایک ایک عضو کاٹ کر ہلاک کر چکا تھا۔ جب وہ کہتا کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رسول ہونے کی شہادت دیتے ہو؟ تو یہ کہتے ہاں۔ جب وہ کہتا کہ تم میرے رسول ہونے کی شہادت دیتے ہو تو یہ کہتے ہیں کچھ نہیں سنتا۔ اس پر وہ ان کا ایک عضو کاٹ دیتا۔ اسی طرح ہر سوال و جواب کے بعد ان کا ایک ایک عضو کاٹا جاتا رہا، حتیٰ کہ اس ظالم نے انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر کے مار ڈالا، مگر انہوں نے اس جھوٹے مدعی رسالت کی آخر وقت تک تصدیق نہ کی (ابن ہشام۔ جلد دوم، صفحہ ۱۰۸ - ۱۰۹)۔

کے ساتھ آئی تھیں - اور دوسری اسماء بنت عمرو - غالباً اس اختلافِ روایات کی وجہ یہ ہے کہ عرب اکثر کسر چھوڑ کر عدد بیان کرتے ہیں، اور جماعت کی عظیم اکثریت اگر مردوں پر مشتمل ہو تو انہی کے ذکر پہ اکتفا کرتے ہیں، اور اکّا دُکّا عورت کا ذکر نظرانداز کر جاتے ہیں -]

ابن سعد نے واقدی کے حوالہ سے عُوَیمؓ بن ساعِدہ کی روایت نقل کی ہے کہ جب ہم مکّہ پہنچے تو سعدؓ بن خَیثمہ اور مَعنؓ بن عَدِی اور عبداللہؓ بن جُبَیر نے مجھ سے کہا کہ چلو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملیں اور آپ کو سلام کریں، کیونکہ ہم آپؐ پر ایمان تو لا چکے ہیں مگر ابھی تک آپؐ کو دیکھا نہیں ہے - چنانچہ ہم نکلے اور ہمیں بتایا گیا کہ آپ عباس بن عبدالمطلب کے مکان پہ تشریف رکھتے ہیں - ہم وہاں پہنچے، آپ کو سلام کیا اور آپ سے پوچھا کہ ہماری (یعنی مدینے سے آنے والے وفد کی) ملاقات آپ سے کب اور کہاں ہو؟ حضرت عباسؓ نے کہا تمہارے ساتھ تمہاری قوم کے وہ لوگ بھی ہیں جو تمہارے مخالف ہیں، اس لیے اپنا معاملہ مخفی رکھو یہاں تک کہ حاجی منتشر ہو جائیں - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاقات کے لیے وہ رات تجویز کی جس کی صبح کو یومُ النَّفرِ الآخِر کہا جاتا ہے (یعنی وہ آخری دن جب حاجی مِنیٰ سے روانہ ہو جاتے ہیں) - مقام، عَقَبہ کا نشیبی حصّہ مقرر فرمایا[۱]، اور حکم دیا کہ کسی سوتے کو جگانا نہیں اور کسی غائب کا انتظار نہ کرنا -

بیعتِ عَقَبہ کے بارے میں تمام روایات اِس بات پر متفق ہیں کہ جب یہ لوگ رات کے وقت چھپتے چھپاتے، دو دو چار چار کر کے طے شدہ مقام پر پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عباس بن عبدالمطلب کے ساتھ موجود پایا - حضورؐ اپنے معاملات میں اُن پہ اعتماد فرماتے

---

[۱] ابن سعد نے لکھا ہے کہ یہ وہ جگہ تھی جہاں اب مسجد بنی ہوئی ہے - (طبقات ابن سعد، طبع بیروت، ۱۹۵۷ء، جلد اوّل، ص ۲۲۱) - ابن سعد ۱۶۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۳۰ھ میں وفات پائی - اس کے معنی یہ ہیں کہ اس مقام پر دوسری صدی ہجری میں مسجد موجود تھی - اور یہ مسجد اُس وقت بھی موجود تھی جب ۱۹۳۶ء میں محمد حسین ہیکل نے حجاز کا سفر کیا، جیسا کہ وہ اپنی کتاب فی منزل الوحی میں مسجد العقبہ کے نام سے صفحہ ۱۱۱ پر بیان کرتے ہیں - مگر افسوس کہ آج اس کا کہیں نام و نشان بھی نہیں پایا جاتا -

تھے، حالانکہ ابھی وہ بظاہر غیر مسلم بنے ہوئے تھے[۱]۔ وہ اس لیے اِس نازک موقع پر آئے تھے کہ حضورؐ کے مدینہ جانے سے پہلے ہر لحاظ سے بات پختہ کر لیں۔

امام احمد، بَیہقی اور عامرِ شَعبی کی روایت ہے کہ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو حضورؐ نے فرمایا کہ جس کو بولنا ہو مختصر بولے اور بات کو طول نہ دے، کیونکہ مشرکین کے جاسوس تمہاری کھوج میں لگے ہوئے ہیں۔ حضرت کعبؓ بن مالک، جن کی روایت کا ایک حصّہ ہم امام احمد، ابن جَرِیر طَبَری اور ابن ہِشام کے حوالے سے اُوپر نقل کر چکے ہیں، اپنی اُسی روایت کے سلسلے میں آگے چل کر بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت عباس نے گفتگو کی ابتداء کی۔ انہوں نے کہا: "خزرج[۲] کے لوگو، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے ہاں جو حیثیت رکھتے ہیں وہ تمہیں معلوم ہے۔ جو لوگ ان کے بارے میں ہمارے ہم خیال ہیں (یعنی جنہوں نے اسلام قبول نہیں کیا ہے) اُن کے مقابلے میں ہم (یعنی بنی ہاشم و بنی مُطّلِب) نے اِن کی حمایت و حفاظت کی ہے، اس لیے یہ اپنی قوم کے اندر مضبوط حیثیت اور اپنے شہر میں محفوظ مقام رکھتے ہیں۔ لیکن یہ تمہارے ہاں جانے کے سوا اور کسی بات پر راضی نہیں ہیں۔ اب اگر تم لوگ سمجھتے ہو کہ تم اُس عہد و پیمان کو پورا کرو گے جس کے ساتھ تم انہیں مدعو کر رہے ہو اور اِن کے مخالفین کے مقابلے میں اِن کی حفاظت کرو گے، تو جو ذمہ داری تم اپنے اُوپر اُٹھا رہے ہو اُسے اُٹھا لو۔ لیکن اگر یہاں سے اِن کے نکلنے اور تمہارے ساتھ جا ملنے کے بعد تم کسی درجہ میں بھی یہ اندیشہ رکھتے ہو کہ تمہیں اِن کا ساتھ چھوڑ دینا اور اِنہیں دشمنوں کے حوالے کر دینا پڑے گا تو بہتر یہی ہے کہ ابھی سے اِن کو چھوڑ دو، کیونکہ یہ اپنی قوم میں مضبوط حیثیت اور اپنے شہر میں محفوظ مقام رکھتے ہیں"۔ ہم نے کہا "آپ کی بات ہم نے سُن لی۔ اب یا رسول اللہ، آپ ارشاد فرمائیں اور اپنے لیے جو عہد

---

[۱] ابن سعد نے ابو رافعؓ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان نقل کیا ہے کہ میں حضرت عباس کا غلام تھا اور اسلام ہمارے گھر میں داخل ہو چکا تھا۔ حضرت عباسؓ، ان کی بیوی اُمّ الفضلؓ اور میں، سب مسلمان ہو چکے تھے، مگر حضرت عباس اپنا اسلام چھپائے ہوئے تھے۔ جنگِ بدر کے بعد جب کفار کے ہاں گھر گھر ماتم برپا تھا، ہمارے ہاں خوشیاں منائی جا رہی تھیں۔

[۲] اُس زمانے میں اَوس اور خزرج کے مجموعے کو خزرج کہا جاتا تھا۔

ہم سے لینا چاہیں، لے لیں"۔ اس پر حضورؐ نے اپنی تقریر میں قرآن پڑھا، اللہ کی طرف دعوت دی، اسلام کی طرف رغبت دلائی، اور اس کے بعد فرمایا، "میں تم سے اس بات پر بیعت لیتا ہوں کہ تم میری اُسی طرح حمایت و حفاظت کرو گے جس طرح خود اپنے بال بچوں کی کرتے ہو"۔ بَرَاءؓ بن مَعرُور نے حضورؐ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر عرض کیا، "جی ہاں۔ اُس خدا کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، ہم آپؐ کی ہر اُس چیز سے حفاظت کریں گے جس سے ہم خود اپنی جان اور اپنی آل اولاد کی حفاظت کرتے ہیں۔ پس یا رسول اللہ، ہم سے بیعت لیجیے، ہم جنگ آزما لوگ ہیں، ہم نے اپنے باپ دادا سے اس کو وراثت میں پایا ہے"۔ بیچ میں بات کاٹ کر ابوالہَیثَم بن التَّیِّہان[1] نے کہا، "یا رسول اللہ، ہمارے اور دوسرے لوگوں (یعنی یہود) کے درمیان حلیفانہ تعلقات ہیں جن کو اب ہم کاٹ دینے والے ہیں۔ اس کے بعد کہیں ایسا تو نہ ہو گا کہ جب اللہ تعالیٰ آپؐ کو غلبہ عطا کر دے تو آپؐ ہمیں چھوڑ کر اپنی قوم (یعنی قبیلے) میں واپس تشریف لے جائیں"؟ حضورؐ نے مُسکرا کر جواب دیا، "نہیں، بلکہ اب خون کے ساتھ خون اور قبر کے ساتھ قبر ہے (یعنی میرا مرنا اور جینا اب تمہارے ساتھ ہے)۔ میں تمہارا ہوں اور تم میرے ہو، جس سے تمہاری لڑائی اُس سے میری لڑائی، اور جس سے تمہاری صلح اُس سے میری صلح"۔

حضرت جابرؓ بن عبداللہ انصاری کی جو روایت ہم نے اس سے پہلے مُسندِ احمد اور طَبَرانی سے نقل کی ہے اس میں آگے چل کر وہ فرماتے ہیں کہ عَقَبہ میں جب ہم سب جمع ہو گئے تو ہم نے عرض کیا، "یا رسول اللہ، ہم کس بات پر آپؐ سے بیعت کریں"؟ حضورؐ نے فرمایا، "اس بات پر کہ تم اچھے اور بُرے ہر حال میں حکم سنو گے اور اطاعت کرو گے، خوشحالی ہو یا بدحالی، ہر صورت میں مال خرچ کرو گے، نیکی کا حکم دو گے اور بُرائی سے منع کرو گے، اور اللہ کے معاملہ میں حق بات کہو گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرو گے۔ اور اس بات پر کہ جب میں تمہارے ہاں آؤں، تو تم ہر اُس چیز سے میری حفاظت کرو گے جس سے اپنی جانوں اور اپنے بال بچوں کی حفاظت کرتے ہو۔ اس کے بدلے میں تمہارے لیے جنت ہے"۔ اس پر ہم اُٹھ کر آپؐ کی طرف بڑھے

---

[1] بعض لوگوں نے اس کا تلفظ التَّیَّہان اور بعض نے التَّیِّہان لکھا ہے۔

اور آپؐ کا ہاتھ جماعت کے سب سے کم سن نوجوان (بیہقی کی روایت میں الفاظ ہیں، میرے سوا سب سے چھوٹے) اسعدؓ بن زُرارہ نے اپنے ہاتھ میں لے لیا اور کہا: "ٹھیرو، اے اہلِ یثرب، ہم اپنے اُونٹ دوڑاتے ہوئے ان کے پاس اِس کے سوا کسی اور وجہ سے نہیں آئے ہیں کہ ہم جانتے ہیں کہ یہ اللہ کے رسول ہیں، اور آج اِن کو نکال کر اپنے ساتھ لے جانا تمام عرب کی دشمنی مول لینا ہے۔ اِس کے نتیجے میں تمھارے نونہال قتل ہوں گے اور تلواریں تمھارا خون چاٹیں گی۔ لہٰذا اگر تم اِس کو برداشت کرنے کی طاقت اپنے اندر پاتے ہو تو ان کا ہاتھ تھام لو، اور تمھارا اجر اللہ کے ذمہ ہے۔ لیکن اگر تمھیں اپنی جانوں کا خوف ہے تو پھر ابھی سے چھوڑ دو اور صاف صاف عذر کر دو، کیونکہ اِس وقت عذر کر دینا اللہ کے ہاں زیادہ قابلِ قبول ہوگا"۔ اِس پر سب لوگوں نے کہا کہ "اسعد، ہمارے راستے سے ہٹ جاؤ۔ خدا کی قسم ہم اِس بیعت کو ہرگز نہ چھوڑیں گے اور نہ اِس سے ہاتھ کھینچیں گے"۔ اس کے بعد سب لوگوں نے بیعت کی۔ (حاکم اور بزّار اور بیہقی نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے)۔

ابن جریر طبری اور ابن ہشام نے عاصم بن عُمر بن قتادہ کے حوالہ سے محمد بن اسحاق کی روایت نقل کی ہے کہ بیعت کے موقع پر عباسؓ بن عُبادہ بن نَضْلَہ انصاری نے کہا "خزرج کے لوگو، کچھ جانتے ہو کہ اِس ہستی سے تم کس بات پر بیعت کر رہے ہو؟ آوازیں بلند ہوئیں کہ ہاں۔ عباسؓ نے بات پر زور دیتے ہوئے کہا" تم گورے اور کالے سب سے لڑنے کے لیے بیعت کر رہے ہو (یعنی یہ بیعت کر کے تم دنیا بھر سے لڑائی مول لے رہے ہو)۔ اب اگر تمھارا خیال یہ ہو کہ جب تمھارے مال تباہی کے، اور تمھارے اَشراف ہلاکت کے خطرے میں پڑ جائیں تو تم اِسے دشمنوں کے حوالے کر دو گے، تو بہتر یہ ہے کہ آج ہی اِسے چھوڑ دو، کیونکہ خدا کی قسم یہ دُنیا اور آخرت کی رسوائی ہوگی۔ اور اگر تم سمجھتے ہو کہ جس عہد کے ساتھ تم اِس ہستی کو اپنے ہاں دعوت دے رہے ہو اُسے اپنے اموال کی تباہی اور اپنے اَشراف کی ہلاکت کے باوجود نباہو گے تو پھر بے شک اس کا ہاتھ تھام لو کہ خدا کی قسم یہ دنیا اور آخرت کی بھلائی ہے"۔ حاضرین نے بالاتفاق کہا کہ "ہم انھیں لے کر اپنے اموال کی تباہی اور اپنے اشراف کو ہلاکت کے خطرے میں ڈالنے کے لیے تیار ہیں"۔ اس کے بعد لوگوں نے عرض کیا "یا رسولؐ اللہ، اگر ہم اپنے عہد کو پورا کر دکھائیں تو ہمارے لیے کیا ہے"؟ فرمایا "جنّت"۔

ابن اسعد نے حضرت معاذ بن رِفاعہ بن رافِع کی روایت واقدی کے حوالہ سے نقل کی ہے کہ عقبہ کے مقام پر جب سب لوگ جمع ہو گئے تو حضورؐ کے چچا عباس بن عبد المطلب نے گفتگو کا آغاز اس طرح کیا "اے گروہِ خزرج، تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دی ہے۔ اور حال یہ ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے خاندان اور رشتہ داروں کے درمیان سب سے بڑھ کر مضبوط حیثیت رکھتے ہیں۔ ہم میں سے جنہوں نے اِن کا دین اختیار کیا ہے، اور جنہوں نے نہیں کیا، سب حَسَب اور شرف کی بنا پر اِن کی حفاظت کر رہے ہیں۔ مگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سب کو چھوڑ کر تمہارے پاس ہی جانا چاہتے ہیں۔ اب تم دیکھ لو کہ تم اتنی طاقت اور استقامت اور جنگی بصیرت رکھتے ہو یا نہیں کہ تمام عرب کی عداوت کے مقابلے میں ڈٹ سکو۔ کیونکہ عرب متحد ہو کر تم پر پل پڑیں گے۔ لہٰذا سوچ سمجھ کر رائے قائم کرو۔ آپس میں مشورہ کر لو۔ اور سب کے اتفاق سے کوئی ایک فیصلہ کرو۔ کیونکہ سب سے اچھی بات سچی بات ہے"۔ اِس کے بعد حضرت عباسؓ نے پوچھا "ذرا مجھے یہ تو بتاؤ کہ تم اپنے دشمن سے لڑتے کس طرح ہو؟" لوگ خاموش رہے، اور عبداللہؓ بن عمروؓ بن حرام (جنہوں نے بیعت عقبہ سے عین پہلے اسلام قبول کیا تھا) نے اس سوال کا جواب دیا۔ انہوں نے کہا "واللہ، ہم جنگ آزما لوگ ہیں۔ لڑائی ہماری گھٹی میں پڑی ہوئی ہے۔ اس کے ہم مشاق ہو چکے ہیں۔ باپ دادا سے ہم نے اس کو میراث میں پایا ہے۔ ہم پہلے تیر اندازی کرتے ہیں یہاں تک کہ تیر ختم ہو جائیں۔ پھر ہم نیزوں سے لڑتے ہیں۔ یہاں تک کہ نیزے بھی ٹوٹ جائیں۔ پھر ہم تلواریں سونت کر بڑھتے ہیں اور شمشیر زنی کا مقابلہ ہوتا ہے، یہاں تک کہ ہم میں سے یا ہمارے دشمنوں میں سے جس کی موت جلدی آجائے وہ مر جاتا ہے"۔ حضرت عباس نے کہا تم واقعی جنگی لوگ ہو۔ پھر بَراء بن مَعرور بولے "ہم نے آپ کی بات سن لی ہے۔ خدا کی قسم، اگر ہمارے دلوں میں کچھ اور ہوتا تو ہم صاف صاف کہہ دیتے۔ مگر ہم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سچی وفاداری کرنا اور آپ کے لیے اپنی جانیں لڑا دینا چاہتے ہیں۔ واقدی کی ایک اور روایت میں حضرت بَراءؓ بن معرور کی اس تقریر کے الفاظ بھی منقول ہوئے ہیں: "ہم خوب سامانِ جنگ اور لڑنے مرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ ہمارا یہ حال جب اُس وقت تھا جب ہم پتھر کے بُت پُوجتے تھے، تو بھلا ہمارا حال اب کیا ہوگا جب کہ اللہ نے ہمیں وہ حقیقت دکھا دی ہے جس سے دوسرے لوگ اندھے ہیں،

اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے ہماری تائید فرمائی ہے"۔

بیعتِ عقبہ کی اہمیت

اسلام کی تاریخ میں یہ ایک انقلابی موقع تھا جسے خدا نے اپنی عنایت سے فراہم کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ بڑھا کر تھام لیا۔ اہلِ یثرب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو محض ایک پناہ گزین کی حیثیت سے نہیں، بلکہ خدا کے نائب اور اپنے امام و فرمانروا کی حیثیت سے بلا رہے تھے اور اسلام کے پیروؤں کو اُن کا بلاوا اس لیے نہ تھا کہ وہ ایک اجنبی سرزمین میں محض مہاجر ہونے کی حیثیت سے جگہ پا لیں، بلکہ مقصد یہ تھا کہ عرب کے مختلف قبائل اور خطّوں میں جو مسلمان منتشر ہیں وہ یثرب میں جمع ہو کر اور یثربی مسلمانوں کے ساتھ مل کر ایک منظّم اسلامی معاشرہ بنا لیں۔ اِس طرح یثرب نے دراصل اپنے آپ کو "مدینۃ الاسلام" کی حیثیت سے پیش کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول کر کے عرب میں پہلا دارالاسلام بنا لیا۔ اِس پیشکش کے معنی جو کچھ تھے اس سے اہلِ مدینہ ناواقف نہ تھے۔ اس کے صاف معنی یہ تھے کہ ایک چھوٹا سا قصبہ اپنے آپ کو پورے ملک کی تلواروں اور معاشی و تمدنی بائیکاٹ کے مقابلہ میں پیش کر رہا ہے۔ چنانچہ بیعتِ عقبہ کے موقع پر رات کی اُس مجلس میں اسلام کے اِن اوّلین مددگاروں (انصار) نے اس نتیجہ کو خوب اچھی طرح جان بوجھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہاتھ دیا تھا، جیسا کہ اس موقع پر اُن کی تقریروں سے ظاہر ہوتا ہے۔

انصار کا جذبۂ فدائیت

تمام خطرات کو خوب جانتے اور سمجھتے ہوئے انصار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو بیعت کی تھی اُس پر کسی قسم کی گھبراہٹ محسوس کرنا تو درکنار، انہیں تو اِس پر فخر تھا، اور ان کے اندر اِس راہ میں مُسابقت کا جذبہ اس قدر زبردست تھا کہ اُن میں یہ بحث چل پڑی کہ ہم میں سے کس کو بیعت کے وقت سب سے پہلے حضوؐر کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کا شرف نصیب ہوا تھا؟ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ بنی النَّجّار کا دعویٰ تھا کہ اوّلین بیعت کرنے والے اسعدؓ بن زُرارہ تھے۔ بنی عبدالاَشہَل کا دعویٰ تھا کہ یہ شرف ابوالہَیثَمؓ بن التَّیہان کو حاصل ہوا۔ ابن اثیر نے اُسدُ الغابہ میں لکھا ہے کہ بنی سَلِمہ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے بیعت کرنے والے کعبؓ بن مالک تھے۔ ابن سعد نے واقدی کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ اوس اور خزرج میں اس بات پر تفاخر ہوا کہ بیعت میں سبقت کرنے والا اوس میں سے تھا یا خزرج میں سے۔ آخرکار لوگوں نے

کہا کہ اس معاملہ کو حضرت عباس بن عبدالمطلب سے زیادہ کوئی نہیں جانتا، کیونکہ وہ اُس وقت حضورؐ کے ساتھ تھے۔ چنانچہ اُن سے پوچھا گیا۔ انہوں نے کہا حضورؐ کے ہاتھ میں ہاتھ دینے والے پہلے شخص اسعدؓ بن زرارہ تھے، پھر بَراءؓ بن مَعرُور، پھر اُسَید بن حُضَیر۔

۱۲ نقیبوں کا تقرر حضرت کعبؓ بن مالک کی جو روایت ہم اِس سے پہلے نقل کر چکے ہیں اس کے آخر میں وہ بیان کرتے ہیں کہ بیعت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا اپنے اندر سے مجھ کو ۱۲ نقیب منتخب کر کے دو جو اپنے اپنے قبیلے کے ذمہ دار ہوں (ابن اسحاق کی روایت طبقات ابن سعد میں یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: "جو اپنی قوم پر اُسی طرح کفیل ہوں جس طرح حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ کے حواری کفیل تھے"۔ دوسری روایت طبقات ابن سعد ہی میں واقدی سے یہ ہے کہ "موسیٰؑ نے بنی اسرائیل میں سے بارہ نقیب لیے تھے")۔ اِس ارشاد کے مطابق سب نے ۱۲ آدمی تجویز کیے، ۹ خزرج میں سے اور ۳ اوس میں سے۔ ابن اسحاق کی روایت کے مطابق ان کی فہرست حسبِ ذیل ہے:

خَزرَج میں سے: ۱۔ اسعدؓ بن زُرارہ۔ (اِن کو حضورؐ نے نقیب النُّقَباء مقرر کیا)

۲۔ سَعْدؓ بن الرَّبیع۔ (زمانۂ جاہلیت میں اہلِ مدینہ کے چند پڑھے لکھے آدمیوں میں سے تھے)۔

۳۔ عبداللہؓ بن رَوَاحَہ۔ (یہ بھی لکھنا پڑھنا جانتے تھے)۔

۴۔ رافعؓ بن مالک (زمانۂ جاہلیت میں "کامل" کے نام سے یاد کیے جاتے تھے)۔

۵۔ بَراءؓ بن مَعرُور۔ (ہجرت سے کچھ پہلے ان کا انتقال ہو گیا اور حضورؐ نے ان کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی)۔

۶۔ عبداللہؓ بن عَمرو بن حرام (یہ اُسی رات ایمان لائے تھے جس میں بیعتِ عقبہ ہوئی تھی)۔

۷۔ عُبادہؓ بن صامت

۸۔ سَعْد بن عُبادہ (زمانہ جاہلیت میں "کامل" کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے)۔

۹۔ مُنذِر بن عَمرو (یہ بھی لکھنا پڑھنا جانتے تھے)۔

اَوس میں سے: ۱۔ اُسَیدؓ بن حُضَیر (یہ بھی "کامل" کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے)۔
۲۔ سَعدؓ بن خَیثَمہ۔
۳۔ رِفاعہؓ بن عبدالمُنذِر (ابن ہشام نے لکھا ہے کہ اہلِ علم نے ان کی جگہ ابوالہیثم بن التیہان کا نام لکھا ہے)۔

اِس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا کہ اب تم لوگ اپنی اپنی قیام گاہوں کی طرف واپس چلے جاؤ۔

بیعت کی خبر پا کر قریش کا پہلا ردّ عمل امام احمد، ابن جریر طَبَری اور ابن ہشام نے محمد بن اسحاق کے حوالہ سے حضرت کعبؓ بن مالک کی روایت نقل کی ہے، اور اس سے ملتی جلتی روایت واقدی نے متعدد سندوں سے بیان کی ہے جسے ابن سعد نے طبقات میں نقل کیا ہے کہ جس رات بیعتِ عقبہ واقع ہوئی اُسی رات قریش کے کانوں میں اس کی بھنک پڑ گئی، اور صبح اُن کے بڑے بڑے آدمی اہل مدینہ کی قیام گاہ پر پہنچ گئے۔ انہوں نے کہا کہ "اے گروہِ خزرج، ہمیں خبر ملی ہے کہ تم ہمارے اِس آدمی (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) سے ملے ہو اور تمہارا ارادہ اسے ہمارے ہاں سے نکال لے جانے کا ہے، اور تم اُس سے ہمارے خلاف جنگ کی بیعت کر رہے ہو۔ خدا کی قسم عرب میں کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس سے لڑنا ہمیں تمہارے خلاف جنگ کرنے سے زیادہ ناگوار ہو"۔ اِس پر اہل مدینہ میں سے جو لوگ مشرک تھے انہوں نے اٹھ کر بتکلف کہا کہ "ایسا نہیں ہوا ہے اور ہمیں اس کا کوئی علم نہیں"۔ یہ بات کہنے میں وہ سچے بھی تھے، کیونکہ واقعی اُن کو اس کا علم نہیں تھا۔ لیکن مسلمان ایک دوسرے کو نظروں ہی نظروں میں دیکھتے رہے۔ پھر قریش کے سردار عبداللہ بن اُبَیّ کے پاس گئے اور اس سے اس معاملہ کا ذکر کیا۔ اس نے کہا "یہ اتنا بڑا کام ہے کہ میری قوم مجھ سے بالا بالا یہ نہیں کر سکتی، اور میں نہیں جانتا کہ ایسا ہوا ہے"۔

قریش کا اِن جوابات سے اطمینان نہ ہوا۔ وہ برابر ٹوہ میں لگے رہے اور انہیں یقین ہو گیا کہ واقعی یہ معاملہ ہوا ہے۔ چنانچہ حج سے اہل مدینہ کی واپسی کے وقت راستہ میں اُنہوں نے بیعت کرنے والوں کا پیچھا کیا اور مکہ سے باہر قریب ہی میں اَذاخِر کے مقام پر حضرت سعدؓ بن عُبادہ اور مُنذِرؓ بن عَمرو کو جا لیا۔ مُنذِرؓ تو اُن سے بچ نکلے، مگر سعدؓ بن عبادہ پکڑے گئے۔ قریش کے لوگوں نے اُن کے ہاتھ گردن سے باندھ دیے اور اُن کو مارتے پیٹتے اور ان کے سر کے بال پکڑ کر

کھینچتے ہوئے مکے لے گئے۔

حضرت سعدؓ کا بیان ہے کہ جب مکے میں میرے ساتھ یہ کچھ ہو رہا تھا، ایک گورا چٹا، روشن چہرے والا، مرد معقول سامنے آیا۔ (یہ شخص سُہَیل بن عَمرُو تھا) ۔ میں نے خیال کیا کہ اگر ان لوگوں میں کوئی خیر ہے تو وہ اِس شخص میں ہوگی۔ مگر جب وہ میرے قریب پہنچا تو اُس نے ایک زور کا گھونسا میرے رسید کیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ واللہ ان میں کوئی خیر نہیں رہی۔ اِس حال میں کہ وہ لوگ مجھے گھسیٹ رہے تھے، اُن میں سے ایک شخص نے مجھ سے کہا (یہ ابوالبَختَری بن ہشام تھا) "بندۂ خدا، کیا تیرے اور قریش میں سے کسی کے درمیان کوئی عہد اور جِوار (پناہ) کا کوئی تعلّق نہیں ہے"؟ میں نے کہا کہ "میں اپنے علاقے میں جُبَیر بن مُطعِم اور حارث بن حرب بن اُمَیّہ بن عبدِ شمس کے تجارتی قافلوں کو پناہ دیتا رہا ہوں"۔ (ابن سعد نے جُبَیر کے بجائے اُس کے باپ مُطعِم بن عَدِی کا نام لکھا ہے) ۔ اس نے کہا "تو اُن کا نام لے کر دُہائی دے اور بتا کہ تیرے اور ان کے درمیان کیا تعلق ہے"۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ وہ شخص (یعنی ابوالبختری) اُن دونوں کو تلاش کرتا ہوا نکلا اور حرم کعبہ میں ان کو موجود پاکر کہا کہ خزرج کا ایک آدمی اَبطَح (یعنی مکّہ اور منٰی کے درمیان مُحَصَّب کی وادی) میں پِٹتا جا رہا ہے اور وہ تم دونوں کا نام لے کر پکار رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ تمہارے اور اُس کے درمیان جِوار کا تعلق ہے۔ انہوں نے پوچھا وہ ہے کون؟ اُس نے کہا سعد بن عُبادہ۔ یہ سُن کر دونوں بول اُٹھے کہ خدا کی قسم وہ سچ کہتا ہے، ہمارے تاجروں کو وہ اپنے ہاں پناہ دیتا رہا ہے اور اُس نے کسی کو ان پر ظلم نہیں کرنے دیا ہے۔ پھر وہ آئے اور انہوں نے حضرت سعدؓ کو ان ظالموں سے چھڑایا۔

واقدی کی روایت ہے کہ حضرت سعدؓ کے گم ہونے کا جب انصار کو علم ہوا تو وہ پلٹ کر ان کی تلاش میں چل پڑے۔ لیکن راستے ہی میں وہ اُن کو واپس آتے ہوئے مل گئے۔

بیعت کے بعد مدینے میں اشاعتِ اسلام مدینے واپس پہنچ کر انصار نے بہت تیزی سے اسلام پھیلانا شروع کر دیا، اور بڑے زبردست دینی جوش کے ساتھ وہ بت شکنی میں مشغول ہو گئے۔ ابن سعد نے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے کہ ابوعَبسؓ بن جَبر اور ابو بُردَہؓ بن نیار بنی حارثہ کے بت، عُمارہؓ بن حَزم، اسعدؓ بن زَرارہ، عَوفؓ بن عَفراء، سَلیطؓ بن قیس اور ابو صِرمَہ بنی نَجّار کے بت، مُعاذؓ بن جَبَل، ثعلبہؓ بن عَنَمَہ اور

عبداللہؓ بن اُنیس بنی سلمہ کے بت، زیادؓ بن لبید اور فروہؓ بن عمرو بنی بیاضہ کے بت، سعدؓ بن عبادہ، مُنذرؓ بن عمرو اور ابودجانہؓ بنی ساعدہ کے بت توڑتے پھرتے تھے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مسلمان اُس وقت مشرکین مدینہ پر ایسے چھا گئے تھے کہ وہ اس بت شکنی کی کوئی مزاحمت نہ کر سکتے تھے۔

اس سلسلہ میں ایک دلچسپ واقعہ ابن ہشام نے لکھا ہے۔ اہل مدینہ کے سرداروں میں سے بنی سلمہ کے سردار، عمرو بن جموح اپنے شرک پر قائم تھے، حالانکہ اُن کے بیٹے معاذؓ بن عمرو مسلمان ہو کر عقبہ میں بیعت بھی کر آئے تھے۔ انہوں نے اپنی حویلی میں لکڑی کا ایک بت بڑی عزت و حرمت کے ساتھ رکھ چھوڑا تھا جس کا نام مَنات تھا۔ اس طرح کے بت کدے عام طور پر مشرکین کے سردار اپنی حویلیوں میں رکھا کرتے تھے۔ جب اُن کے قبیلے بنی سلمہ کے نوجوان، خود ان کے اپنے بیٹے سمیت مسلمان ہو گئے تو رات کو وہ اُن کے صنم خانے میں گھس جاتے اور اُس بت کو اوندھے منہ ایک گڑھے میں پھینک دیتے جس کے اندر محلّہ کے لوگ کوڑا کرکٹ ڈالا کرتے تھے۔ صبح اُٹھ کر جب عمرو اپنے بت کو غائب پاتے تو چیختے پیٹتے اُسے ڈھونڈنے نکلتے اور گڑھے میں جب وہ اوندھے منہ گرا ہوا ملتا تو اُسے لا کر دھوتے، پاک صاف کر کے خوشبو لگا کر اس کی جگہ پر رکھ دیتے، اور کہتے کہ اگر مجھے وہ شخص مل جائے جس نے تیرے ساتھ یہ حرکت کی ہے تو اس کو میں سخت رسوا کروں گا۔ یہ کھیل کئی روز چلتا رہا۔ ایک دن جب وہ اُس کو گڑھے سے نکال کر لائے تو ایک تلوار اس کی گردن میں لٹکا دی اور اس سے کہا کہ مجھے نہیں معلوم تیرے ساتھ یہ حرکت کون کر رہا ہے، اب اگر تیرے اندر کوئی خیر ہے تو اس تلوار سے اپنی حفاظت کر۔ رات کو ان نوجوانوں نے وہ تلوار تو اُس کی گردن سے اُتار کر الگ رکھی، ایک مرا ہوا کتا اس کے ساتھ باندھا، اور اسے لے جا کر بنی سلمہ کے ایک کنوئیں میں پھینک دیا جس کے اندر گندگیاں ڈالی جاتی تھیں۔ صبح جب انہوں نے اسے غائب پایا تو ڈھونڈنے نکلے اور مرے ہوئے کتّے کے ساتھ لوگوں کی گندگیوں میں اس کو اوندھا پڑا پایا۔ اس وقت ان کی قوم کے مسلمانوں نے انہیں سمجھایا اور ان کی اپنی آنکھیں بھی کھل گئیں اور وہ سچے دل سے اسلام لے آئے۔ (باقی)